© rasailojaraid.com

پھر لاٹھیاں چلیں اور کرسی بھی ٹوٹ گئی اور تحصیل دار کی کھوپڑی میں سے بھی بھیجا بہہ نکلا۔

بدقسمتی سے ہماری محل سرائے ادب پر بڑا سخت پہرا ہے اور کسی کو جب تک اندر کے خداوندوں سے ادبیت کا لائسنس نہ مل جائے' وہ کتنی بھی کہانیاں اور اشعار لکھتا پھرے' اسے پہرے دار اندر نہ جانے دیں گے۔

تو ایک ہے محل سرا کے اندر کا ادب' اور دوسرا ہے محل سرا کے باہر کا ادب۔

محمد اکرم رانجھا باہر کے ادب کا قلم بردار اور علم بردار ہے۔ جو ایسی کہانیاں پیش کرتا ہے جو معاشرے کے اندر سے اگتی ہیں اور خیالی کہانیوں سے زیادہ اثر انگیز ہوتی ہیں۔

(ن۔ ص)

وطن کا قرض : مرتبین : قیصر قمری' نثار احمد زبیری اور نورالعین نوید (مرحوم)' ناشر: ادارہ ادبیات کراچی۔ صفحات ۳۲۰۔ قیمت ۱۰۰ روپے۔

یہ ایک خاص اصول و مقصد کے تحت مرتب شدہ افسانوی مجموعہ ہے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۹۰ء تک کے افسانوں میں سے یہ ایک انتخاب ہے۔ اس کام کا آغاز اوپر دیے ہوئے تین ناموں سے متعلق ہے۔ نور العین نوید جو اس سارے نظامِ کار کی روح و رواں تھے اور سعودی عرب میں انجینیری کا ایک دور گزار کر وطن واپس آئے تھے' ان کا جذبہ یہ تھا کہ ادب کی جو چنگاری ہمیشہ سے ان کے قلب میں دبی رہی ہے' اس سے کام لے کر وہ ماحول کو گرمائیں۔ دو ہم نظر ساتھی ان کو ملے۔ کام کی ابتدا ہوگئی۔ ادارہ ادبیاتِ پاکستان کا مقصود یہ قرار پایا کہ نگارشات میں مثبت اور تعمیری رنگ ہونا چاہیے' نہ یہ کہ مایوسی اور خواہش پرستی اور تقلید کا انداز۔

اس ادارے نے پہلا کام یہ شروع کیا کہ منتخب افسانوں کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کرنے کے منصوبے کو سامنے رکھا جو تشکیلِ پاکستان کے وقت' یا ستمبر ۶۵ء کے موقع پر' یا ۱۹۷۱ء میں علیحدگیِ بنگلہ دیش کی دھواں دھاری میں پاکستان کے لیے قربانیاں دینے والے لاکھوں افراد کی خدمات کو نمایاں کرے' تاکہ نئی نسل یہ جان سکے کہ نہ پاکستان کوئی کھیل ہے' اور نہ اسلام کوئی تماشا۔ بلکہ ہمارے اسلاف نے نصف صدی میں جو قربانیاں اسے قائم کرنے اور اس کو تحفظ دینے کے لیے دی ہیں وہ پچھلی نسل کی طرف سے نئی نسل کے نام وطن کا قرض ہیں اور اب اس قرض کو چکانا ان کی ذمہ داری ہے۔ یعنی دولت پرستی' لوٹ مار' خونریزی اور صوبائیت و لسانیت کے جنون کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دور میں ادارہ ادبیات نے یکایک قرضے کا ایک ادبی تمسک ان کے سامنے رکھ دیا کہ لوگو! ہوش کرو، تمہارے سر تو بڑے واجبات ہیں۔

اس منصوبے کے تحت ان تین مجاہدینِ ادب نے کونے کونے میں مطلوبہ افسانوں کی تلاش شروع کی تو یہ کام ایسا تھا جیسے بھوسے کے ڈھیر میں سوئیاں تلاش کی جا رہی ہوں۔ ۲ سال میں ۶۲ افسانے ابتدائی طور پر جمع کیے گئے۔ پھر انتخاب کیا تو ۲۱ افسانے رہ گئے۔ ان کی نقول جناب فرمان فتح پوری، جناب ابوالخیر کشفی، جناب شمیم احمد، جناب سحر انصاری، جناب معین الدین عقیل اور جناب طاہر مسعود جیسے ناقدین اور ممتاز قارئین کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ آخر کچھ اضافوں کے بعد ۳۳ افسانوں کا مجموعہ شائع کیا گیا ہے۔

ہم نے سارے افسانوں کا مطالعہ کیا، اور ان میں سے ہر ایک کی روح اور ساخت و بافت کو سمجھا۔ اب ہم مختصراً" یہی عرض کریں گے کہ اس مجموعے کی کہانیوں کو، جو کتنی ہی نگاہوں کی کسوٹیوں سے گزر کر آپ تک پہنچی ہیں، اگر بہترین افسانے نہ بھی قرار دیں تو یہ بہت اچھے افسانے ضرور ہیں۔ خصوصاً" "چک" "یزید" "آپا" "ایک پیاز دو روٹیاں" "اصحابِ تحیّر" "چند یادیں" "ایک بن لکھی رزمیہ" "دراڑوں میں سانپ" "باپ بیٹے" "سمجھوتہ ایکسپریس" "خوشبو" ذہن پر ایک اثر چھوڑ گئی ہیں۔ مگر بقیہ کہانیاں بھی معمولی نہیں، شاید بیان شدہ ناموں سے بعض اونچی ہوں۔ "ایک پیاز دو روٹیاں" کو بالعموم پسند کیا گیا ہے۔

مشکل یہ ہے کہ ایک ایک کہانی پر دو دو جملے لکھنے کے لیے بھی وقت چاہیے اور رسالے کے صفحات چاہئیں، جبکہ ہمیشہ سے بڑھ کر منتظر کتابوں کا لمبا "کیو" لگا ہوا ہے۔

ادارہ ادبیات پاکستان نے نصف صدی کا ایسا ادب نئی نسل کے سامنے آئینہ بنا کر رکھ دیا ہے کہ وہ اس میں ماضی سے لے کر حال تک کی اپنی تصویریں دیکھ سکتی ہے۔ جن کو دیکھ کر واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر وطن کا قرض کیا اور کتنا ہے؟

کاش کہ برادرم نورالعین نوید کو کچھ اور زندگی ملتی تو وہ ادب کی مزید اعلیٰ خدمات انجام دے سکتے۔

(ن - ص)

© rasailojaraid.com